

PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ
سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز راہٹرز کے لئے آفر
بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ
کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے
پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM

دکھانا سنگ



بچن سے آتی اشتہا انگیز کھانوں کی مہک
پورے گھر میں پھیلی ہوئی تھی۔ صنوبر سر پہر سے بچن
میں مہکی ڈنر کی تیاری میں مصروف تھی۔
خالد کے گھر میں دوست اور کولیگ نعمان کی پچھلے
ماہ شادی ہوئی تھی۔ خالد نے نئے نوے لے جوڑے کو
آج رات ڈنر پر انوائٹ کیا تھا۔ خالد صبح آفس جانے
سے قبل صنوبر کو دعوت کا بتا گیا تھا۔ صنوبر نے دعوت کا
سارا مینیو ترتیب دے کر اماں سے بازار سے سامان
منگوا لیا تھا۔ نماز عصر ادا کرتے ہی وہ دعوت کی تیاری
میں لگ گئی تھی۔ چونکہ اسے اکیلے سب کچھ تیار کرنا
تھا۔ پھر پانچ سالہ عمرہ بھی سوئی ہوئی تھی۔ اس کے
پاس فراغت تھی۔

اب رات کا گہرا اندھیرا چار سو پچھل پنا تھا۔ وہ
تقریباً قارغ ہونے کو مہکی کہ اماں بچن میں عمرہ کو لیے
چلی آئیں، جو کچھ دیر قبل جا گئی تھی اور ماں کو غیر حاضر
پاکر اسے پکارنے لگی تھی۔

”صنوبر بیٹا! کتنا کام رہ گیا ہے؟“ اماں نے
اسے مخصوص شفقت لہجے میں پوچھا تھا۔ عمرہ اب صنوبر
کی گود میں چڑھ گئی تھی۔ صنوبر نے اک نظر تمام
کھانوں پر ڈالی اور مطمئن ہو کر انہیں بتانے لگی۔
”اماں! صرف بیٹھے چاول رہ گئے ہیں باقی
سب کچھ تیار ہے۔“

”تم جا کر تیار ہو جاؤ باقی میں دیکھ لیتی ہوں۔“
انہوں نے محبت سے کہا۔ اور تمام برتنوں میں جھانکنے لگیں۔
”صنوبر بیٹا! تم کھیر اور کسٹرڈ میں سے صرف
ایک ڈش بنا لیتیں اور ساتھ میں مٹھائی رکھ دیتیں۔“

انہوں نے کھیر اور کسٹرڈ کے برتنوں میں جھانکنے
کے بعد اپنی رائے دی تھی۔ صنوبر نے کھیر، کسٹرڈ اور بیٹھے

دیا کریں۔ میں بیمار پڑوں یا بیمار رہوں۔ میں
 ہی کام کر رہی ہوں ناں آپ تو نہیں۔“ صنوبر کھڑکی پر
 بولی جبکہ اماں خفیف سی ہو کر رہ گئیں۔
 ”صنوبر! میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔ میں نے
 سوچا سردی۔“

”بس اماں! آپ اپنی سوچ اپنے پاس رکھیں
 اور اپنے کمرے میں جائیں۔“ صنوبر کے قہقہے
 بھرے لہجے پر اماں نے اک تاسف بھری نظر صنوبر پر
 ڈالی۔ اور اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ صنوبر ان کی
 اکلوتی بھانجی اور بھوٹی۔

صنوبر ان کے آرام کا بے حد خیال رکھتی تھی، اس
 نے شادی کے فوراً بعد گھر کے تمام کام کاج سنبھال لیے
 تھے۔ صابرو، خالد سے بڑی اور شادی شدہ تھی۔
 خالد کی شادی سے قبل، اماں کو تنہا سارے گھر
 کے کام کرنا پڑتے تھے مگر صنوبر نے آتے ہی انہیں
 حقیقی محنتوں میں چنگ پر بٹھا دیا تھا۔ اماں نے خوشی
 تمام گھریلو انتظامات صنوبر کے سپرد کر دیے تھے۔

صنوبر میں صرف ایک خامی تھی کہ وہ اپنے
 کاموں میں کسی کا دخل برداشت نہ کرتی تھی، اماں کا
 بھی نہیں۔ جنہوں نے ہمیشہ اسے صابرو کی طرح چاہا
 تھا۔ مگر وہ ان کی روک ٹوک کو اپنے معاملات میں دخل
 اندازی تصور کر کے چڑھ جاتی تھی۔

صنوبر نے اماں کے جانے کے بعد محض خند میں
 آ کر مشین لگالی اور تین چار شام کو سخت بخار میں پھنک
 رہی تھی۔

”ایک تو اس بڑھیا کی بھی کالی زبان ہے۔“
 صنوبر سونے کے لیے لیٹی تو زیر لب بڑبڑائی۔ اس
 کے قریب اپنے مہلوے سے، چھٹی نمبر چونک کر ماں
 کو دیکھنے لگی جو دوپٹے سے اپنا سر باندھ رہی تھی۔
 خالد بھی آفس سے نہ آیا تھا۔

☆☆☆

”نمرہ بیٹا! تم بستر سے نیچے اتر کر کھلو۔“ نمرہ
 بیڈ پر اچھل رہی تھی کہ اماں نے اسے محبت سے لڑکا
 انہیں خدشہ تھا کہ کہیں بیڈ سے نیچے نہ گر جائے۔

چاول تیار کیے تھے۔ اماں کو بیٹھے کی ڈشز زیادہ لگیں تو
 انہوں نے شور مچا دینا فرض جانا۔ بچن سے باہر نکلتی
 صنوبر رک کر گاؤری سے اماں کو دیکھنے لگی۔
 ”اماں! آپ میرے ہر کام میں مین میکھ نہ نکالا
 کریں۔“ وہ غصے سے ہنسی اپنے کمرے میں تیار
 ہونے چلی گئی۔

”معلوم نہیں بڑھیا کو میرے کاموں میں مین
 میکھ نکال کر کیا سکون ملتا ہے۔“ وہ زیر لب بڑبڑاتی
 تیار ہونے لگی۔ اس بات سے قطع نظر کہ پانچ سالہ نمرہ
 نے ماں کو حیرت سے نکالا تھا۔ جبکہ اماں شور مچا کر
 اپنی جگہ چوری بن گئیں اور چاول تیار کر کے کمرے
 میں چلی گئیں۔ پھر خالد اور مہمانوں کے آنے پر بھی
 اپنے کمرے سے باہر نہ نکلیں۔

خالد انہیں بلانے آیا تو وہ سوتی بن گئیں۔ وہ
 مہمانوں کے سامنے کوئی بد حرکت نہیں چاہتی تھیں۔

☆☆☆

رات سے جاری بوند ابادی صبح تیز بارش میں
 ڈھل گئی تھی۔ خالد آفس چلا گیا تو صنوبر نے ناشتے
 کے بعد واشک مشین لگانے کا پروگرام بنادالا۔ اسے
 کل مشین لگانی تھی مگر اپنی اکلوتی تنہا صابرو کے آنے
 پر پروگرام ہٹوی کر دیا تھا۔

آسمان پر کتنے سیاہ بادل اٹھکیلیاں کر رہے
 تھے۔ اوائل جنوری کے دن تھے سردی زوروں پر تھی۔
 وہ واشک مشین کے پاس کھڑی کپڑوں کا ڈھیر
 ڈھونے کے لیے ترتیب دے رہی تھی۔ خالد روزانہ
 آفس کپڑے بدل کر جاتا تھا۔

صنوبر پہلے اس کے پتے بھر کے کپڑے دھوتی اور
 دوسری بار اپنے اماں اور نمرہ کے۔ اب بھی وہ خالد کے
 کپڑے مشین میں ڈال رہی تھی کہ اماں چلی آئیں۔
 ”صنوبر بیٹا! اتنی خشک مشین نہ لگاؤ۔ تم
 سردی سے بیمار پڑ جاؤ گی۔“

اماں نے اسے سردی کی شدت کا احساس دلانا
 چاہا مگر وہ غصے سے اکھڑ گئی۔
 ”اماں! آپ بس میرے کاموں میں دخل نہ

اس واقعہ پر پشیمان تھیں۔ وہ صنوبر کے کہنے پر مزید
 شرمندہ ہو گئیں۔ اسے اس کے غلط لہجے کا بھی احساس
 نہ دلا سکیں۔ صنوبر کو دیکھ کر وہ گئیں پھر خاموشی سے
 برتن اٹھا کر کچن میں چلی گئیں۔

صنوبر کو اپنے لہجے کی بد صورتی کا احساس ہونے
 کے بجائے اماں پر تآؤ آئے جا رہا تھا۔

☆☆☆

”بھابھی! ای کی کہہ رہی ہیں کہ ان کے سر میں درد

ہے آپ ان کے لیے جانتے بنادیں۔“
 صنوبر اس روز صبح آئی ہوئی تھی، اس کی امی کی
 طبیعت دو روز سے خراب تھی۔ وہ ان سے ملنے آئی تھی۔
 وہ اکلوتی بھوٹی کے ساتھ ساتھ اکلوتی بیٹی بھی تھی۔

اس کے آنے پر اس کی بھابی صابرو کو کسی
 کام کو ہاتھ نہ لگانے دیتی تھیں۔ اس کی بھابی بھی
 کچن میں اس کے لیے دوپہر کا کھانا تیار کر رہی تھیں
 کہ زائدہ پیچم کا دل چائے پینے کو چاہا تو انہوں نے
 صنوبر کے ہاتھ کھلا بھیجا۔ صنوبر بچن کے دروازے
 سے ہی پیغام دے کر واپس مڑ گئی۔

”ایک تو اس بڑھیا کو کچن نہیں ہے۔“ جھجلی
 بھابھی کی زیر لب بڑبڑاہٹ نے صنوبر کو شک کر جہاں کا
 تھاں روک دیا تھا۔ وہی لہجہ، وہی غصے کا لہجہ۔ صرف چہرہ
 بدلا تھا۔ صنوبر کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا۔

اس کو پہلی بار اپنے غلط لہجے درویشے کا احساس ہوا
 تھا۔ وہ تو خود کو ایک بے حد فرماں بردار بیوی اور بھو
 جھجلی تھی۔ اس کی آنکھیں تاسف سے نم ہونے لگیں۔

وہ آہستہ سے چوٹی امی کے پاس آ گئی۔ آج
 اسے اس حقیقت کا ادراک ہوا تھا کہ خوش بیانی اور نرم
 لہجہ، حسن اخلاق کا لازمی جزو ہیں جو انسان کی شخصیت
 کو چاند جیسا، جگمگا دیتے ہیں اس نے اپنی بیٹی کی
 تربیت اسی عجیب کرنی تھی اور ہاں مگر جا کر اسے اماں
 سے معافی بھی تو مانگنا تھی۔ یہ سوچے ہی وہ سرال
 واپسی کی تیاریوں میں لگ گئی۔

☆☆☆